U0659

هو اللطيف

سالانہ مجلس مذاکرۂ علمیہ کلکتہ

سال ہشتم

خلاصہ روئداد ہشتمین سالانہ جلسہ مجلس مذکور الفوق منعقدہ ۲۸ شہر شعبان المعظم سنہ ۱۲۸۷ ہجری مطابق ۲۳ نومبر سنہ ۱۸۷۰ع

بخانۂ

جناب مولوی عبد اللطیف خان بہادر

سکریٹری مجلس

مشتمل اوپر ملخص تقریر تحقیق تنویر جناب مولوے

کرامت علی صاحب واعظ جونپوری کے مسئلہ مفصل الذیل پر

ہندوستان جو بالفعل بادشاہ عیسائی مذہب کے قبضۂ اقتدار میں ہی مطابق فقہ مذہب حنفی کے

دار الاسلام ہی اور یہان مسلمانان اہل ہند کو جہاد کرنا جائز نہین ہی

لکھنؤ

منشی نولکشور کے مطبع مین چھپا

هو اللطیف

سالانہ اسلامی مجلسِ مذاکرۂ علمیۂ کلکتہ

سال ہشتم

خلاصۂ روئیداد ہشتمین ماہانہ جلسۂ مجلس مذکور الفوق منعقدہ ۲۸ شہر شعبان المعظم سنہ ۱۲۸۷ ہجری مطابق ۲۳ نومبر سنہ ۱۸۷۰ء

بخانہ

جناب مولوی عبد اللطیف خان بہادر

سکریٹری مجلس

مشتمل و بر ملخص تقریر تحقیق تنویر جناب مولوی کرامت علی صاحب واعظ جونپوری کے مسئلۂ مفصل الذیل پر

ہندوستان جو بالفعل بادشاہ عیسائی مذہب کے قبضۂ اقتدار مین ہی مطابق فقہ مذہب حنفی کے دار الاسلام ہی اور یہان مسلمانان اہل ہند کو جہاد کرنا جائز نہین ہی

لکھنؤ

جناب منشی نول کشور کے مطبع مین چھپا

هو اللطيف

اسلامی مجلسِ مُذاکرهٔ علمیهٔ کلکته

سال ہشتم

خلاصهٔ رویداد ہشتمین ماہانہ جلسۂ مجلس مذکور الفوق منعقدہ ۲۸ شہر شعبان المعظم ۱۲۸۷ ہجری مطابق ۲۳ نومبر ۱۸۷۰ء

بمکانِ

جناب مولوی عبداللطیف خان بہادر

سکرٹری مجلس

مشتمل اوپر ملخص تقریر تحقیق تنویر جناب مولوی

کرامت علی صاحب واعظ جونپوری کے مسئلۂ مفصل الذیل پر

ہندوستان جو بالفعل بادشاہ عیسائی مذہب کے قبضۂ اقتدار مین ہی مطابق فقه مذہب حنفی کے

دار الاسلام ہی اور یہان مسلمانان اہل ہند کو جہاد کرنا جائز نہین ہی

لکھنؤ

جناب منشی نول کشور کے مطبع مین چھپا

حامی و مربی مجلس

جناب منزلت مآب آنریبل سر ویلیم گرے صاحب بہادر. کے. سی. ایس. آئی
نواب لفٹننٹ گورنر بہادر بنگالہ

صدر مجلس

عالیجناب قاضی عبدالباری صاحب

نائب صدر

جناب مولوی عباس علی خانصاحب

ممبران کمیٹی انتظامی

جناب شاہزادہ محمد رحیم الدین صاحب ——— (از خاندان میسوریہ)
جناب شیخ عیسی بن قرطاس صاحب
جناب انتظام الدولہ مرزا احمد بیگ خان بہادر
جناب سمار الدولہ محمد قاسم علی خان بہادر
جناب مولوی محمد عبدالرؤف صاحب
جناب مولوی ابوالقاسم عبدالحکیم صاحب
جناب آقا سید مرتضی صاحب بہبہانی
جناب ڈاکٹر میر اشرف علی صاحب
جناب مولوی سید آل احمد صاحب
جناب منشی سید لطافت حسین صاحب

جناب مولوی عبداللطیف خان بہادر ـ ممبر و سکریٹری

مجلس مذاکرۂ علمیۂ کلکتہ

جناب مولوی عبد اللطیف خان بہادر ممبر کونسل قانونی جناب جلالت مآب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بنگالہ نے بتاریخ ۱۲ شہر شوال سنہ ۱۲۷۹ ہجری مطابق ۲ اپریل سنہ ۱۸۶۳ء اس مجلس کی بنا ڈالی اس مجلس کے جلسات ممدوح الیہ کے مکان مین ہر مہینے ایک بار منعقد ہوا کرتے ہین +

اس مجلس کے بنا ڈالنے سے مقصود کلی اور غرض اصلی یہ تھی کہ جماعۂ اہل اسلام کے طبقات اعلی اور تعلیم یافتہ مین مختلف مضامین علمیہ اور تجارب حکمیہ پر تحریرا اور تقریرا کے پڑھے اور بیان کیے جانے سے معلومات مفیدہ مسلمات کی اشاعت کیجاے اور یہ تحریرات و تقریرات اس مجلس کے ماہانہ جلسون مین اردو و فارسی و عربی و انگریزی زبانون مین پڑھی اور بیان کیجاتی ہین +

حضرات اہل اسلام نے نہایت درجے کی توجہ اس مجلس کیطرف مبذول فرمائی چنانچہ بیشتر علما و عظما بکثرت جلسات مجلس مین تشریف لاتے ہین اور اراکین سلطنت اور والیان ممالک اور دوسرے صاحبان ذیشان اہل فرنگ نے بھی اس مجلس کو پسند فرمایا اب جملہ اقطاع ملک ہندوستان سے پانسو سے زیادہ معززین اہل اسلام اراکین مجلس مین داخل ہین +

ہر سال بانیٔ مجلس کیطرف سے ایک سالانہ جلسۂ غیر معمولی اس دار الامارت کلکتے کے ایوان رفعت بنیان ٹون ہال مین منعقد ہوا کرتا ہے جسمین شہر کے بڑے بڑے علماے اہل فرنگ و اہل ہند واسطے نمایش تجربیات مفیدہ آیات متعلق علوم طبیعیہ وحل و عقد اشیا و علوم متعلق کشش کہربائی وغیرہ تشریف لایا کرتے ہین ان جلسون کے انعقاد سے مقصود یہ ہے کہ نوجوانان اہل اسلام کے دلون مین ان علوم کا شوق پیدا ہو اور ضمنا جملہ طبقات اقوام مختلف کے درمیان باہم دوستانہ رابطۂ مجالست و معاشرت کی ترقی ہوتی رہے اس جلسۂ غیر معمولی مین بڑے بڑے اشخاص نامی گرامی جو بوقت انعقاد کلکتہ مین رونق افروز ہوتے ہین قدم رنجہ فرماتے ہین چنانچہ جناب معلی القاب عظمت و ابہت مآب شاہزادۂ بلند ارادہ ڈیوک آف ایڈنبرا بہادر نے بھی اس مجلس کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا اور شہزادۂ ممدوح نے اپنی ایک تصویر بھی اس مجلس مین بطور یادگاری اپنی شرکت کے اوس جلسۂ غیر معمولی مین جو بتاریخ ۲۹ ڈسمبر سنہ ۱۸۶۹ء منعقد ہوئی تھی ارسال فرمائی ہے +

تمہید

بعض اشخاص نے جنکی رای کی عظمت لازم ہی اس بات کی تحریک فرمائی کہ اس امر کی تصریح ضرور ہی کہ وہ جلسہ جسکی رویداد صفحات ذیل مین ضبط تحریر مین آئی ہی کس وجہ سے منعقد ہوا اوسکی وجہ یہ ہی کہ کچھہ دن ہوئے ایک مسلمان عہدہ دار سرکاری کے دستخط سے جو مقام بھاگلپور مین خدمت سرکار پر مامور ہین ایک خط انگریزی اخبارونمین چھپا جس مین اونھون نے اپنے کو اور عامہ خلائق کو اسبابت کی مبارکباد دی ہی کہ بذریعہ اونکی محنت و مشقت کے یہ امر مسلمانون پر منکشف ہو گیا کہ اونپر یعنی مسلمانون پر موافق اپنے احکام مذہبی کے سرکار انگریزی سے بغاوت کرنی فرض نہین ہی اردو اخبارون مین بھی اس خط کا ترجمہ مشتہر ہوا اونکی دانست مین گویا فی الحقیقت یہ ایک ایسی بات ظاہر ہوئی کہ جس سے قبل اسکے حضرات اہل اسلام مطلقاً واقفیت نرکھتے تھے بلکہ یہ منکشف ہوا کہ اون مسلمانون کو جو اونکے عطوفت پناہ فرمان روایون کی نسبت کو رباطنی کی باعث غدر اور سرکشی کی بنا ڈال رہے تھے لازم ہی کہ اس لمعۂ تازہ فروغ کے فیض سے آیندہ ویسی باتون سے محترز رہین +

چونکہ دہلی اور لکھنؤ کے اوس فتویٰ سے جسکو عہدہ دار مذکور نے چھاپ کر مشتہر کیا وہ مضامین جو مذکور ہوئے خواہ نخواہ مستنبط ہوتے تھے اسلیے اس شہر کے بہت سے رؤسای اہل اسلام کو جو اس مسئلہ مین خوب تر وقوف رکھتے تھے نہایت استعجاب ہوا اور سخت طیش آیا اور اونپر واجب ہوا کہ اس مسئلہ کے متعلق احکام شرع اسلام کی تشریح عامہ پر منکشف ہو جس سے سب پر مبرہن ہو کہ مسئلۂ مذکور جسکا استفتا کیا گیا تھا کوئی ایسا مسئلہ نتھا جسمین ہندوستان کے کسی اچھے مسلمان کو کچھہ بھی تامل ہو پھر ایسے وقت مین جناب مولوی کرامت علی صاحب کے کلکتے مین تشریف لانے سے اس غرض کے لیے ایک اچھا موقع ہاتھہ آیا بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ یہ رویداد قید قلم مین آ کر اعلام عام کے لیے زیور طبع و اشتہار سے آراستہ و پیراستہ ہوا +



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی مجلس مذاکرۂ علمیہ کلکتہ

خلاصہ روئداد ششمین ماہانہ جلسہ اسلامی مجلس مذاکرۂ علمیہ کلکتہ

بابت سال ہشتم

۲۸ شہر شعبان المعظم ۱۲۸۵ ہجری مطابق ۲۳ نومبر ۱۸۶۸ عیسوی روز چہار شنبہ آٹھ بجے رات کو چھٹا ماہانہ جلسہ اسلامی مجلس مذاکرۂ علمیہ کلکتہ کا جناب مولوی عبد اللطیف خان بہادر سکرٹیری مجلس کے مکان مین منعقد ہوا بہت سے اراکین حضور ی مجلس اور ایک جماعت کثیر حضرات غیر اراکین مین سے حسب دعوت سکرٹیری مجلس تشریف قدوم ارزانی فرما کر شریک جلسہ ہوئے

عالیجناب قاضی عبد الباری صاحب صدر مجلس نے کرسی صدارت پر جلوس فرمایا

معمولی ابتدائی کامون کے انجام کے بعد جناب سکرٹیری نے جناب مولوی کرامت علی صاحب واعظ جونپوری کی تعریف و تعارف حاضرین جلسہ کے حضور کیا اور یہ کہا کہ یہ بزرگوار حضرات اہل السنن کے حنفی مذہب والون کے بہت بڑے مشہور واعظ ہین اور انھون نے اپنی عمر شریف کے پچاس سال مملکت بنگالہ علی الخصوص اضلاع شرقی بنگالہ مین شیوہ

وعظ و نصیحت مین صرف فرمایا ہی اور آج کے جلسہ مین ایک تقریر کرنے کا وعدہ کیا ہی
جس مین احکام شرع مین سے امر مرقوم الذیل کی تحقیق و تنقیح کی جائیگی یعنی
ہندوستان جو بالفعل بادشاہ عیسائی مذہب کے قبضہ اقتدار مین ہی مطابق فقہ مذہب حنفی کے
دارالاسلام ہی اور یہان مسلمانان اہل ہند کو جہاد کرنا جائز نہین ہی ؛

بعد ازان جناب مولوی صاحب ممدوح نے اپنی تقریر دلپذیر شروع کی جسکا خلاصہ یہ ہی
حضرات — اسکے باعث جب مین کلکتے مین آیا ہون بعض عوام و خواص یہ دو مسئلے مجھسے
پوچھا کرتے ہین یعنے حنفی مذہب کے موافق یہ ملک ہندوستان دارالاسلام ہی یا دارالحرب
اور مسلمانان اہل ہند کو سرکار انگریزی سے جو یہان کے پادشاہ ہین اور عیسائی مذہب ہین
جہاد کرنا درست ہی یا نہین پہلے تو مین انکے سوالات سے متحیر اور متعجب ہوا کہ کیا وجہ ہی کہ
اس سال لوگ ایسے سوالات پوچھتے ہین حالانکہ قبل اسکے بارہا مین یہان آیا کبھی کسی نے
ایسے مسئلے نہ پوچھے اتنے مین یہ معلوم ہوا کہ ایک فتوی اردو اخبارون مین مشتہر ہوا ہی
اوسی پر بنا کرکے لوگ ایسے سوالات پوچھا کرتے ہین اوسوقت میرے دل مین خیال آیا کہ ان
دونون مسئلون کی تحقیق کرکے جو ایک ہی اصل کی طرف راجع ہین ایک تحریر بطور
رسالے کے لکھکر اوسے چھپوا دون تاکہ لوگون کا شبہہ رفع ہو مگر مجھکو روز افزون اوسکے
جواب دینے سے فرصت نہ ملی اسی اثنا مین ایکدن جناب مولوی عبد اللطیف خان بہادر
سے جو اس مجلس عالی کے سکریٹری ہین ملاقات ہوئی اور بعض باتون کے ذیل مین
یہ ذکر بھی درمیان آیا اونھون نے فرمایا کہ اگر آپ اس رسالے کو لکھکر اسی مجلس کے
کسی جلسے مین پڑھدیوین تو زیادہ تر اوسکی شہرت ہو جاویگی اور وہ رسالہ موافق قاعدہ
مجلس کے مجلس کی طرف سے چھپ کر شائع ہو جاویگا اور چونکہ اس مجلس کے صدر والاقدر

اس شہر کے رئیس العلما ہین اور اراکین مجلس مین بھی بہت سے علماے فحول داخل ہین اسلیے اگر اون حضرات نے آپ کی تحریر کو پسند کر لیا تو اوسکی سند بھی بہت ہی پکی اور مضبوط ہوجاویگی اور پھر کسی کو اوسپر گفتگو کی جگہہ باقی نہ رہیگی مین نے بھی اس مضمون کو نہایت پسند کیا اور اون سے وعدہ کیا کہ جب آیندہ آپ کی مجلس کا کوئی جلسہ منعقد ہونے والا ہو کئی دن پیشتر مجھے اطلاع کیجے کہ مین اپنی تحریر مرتب کر کے اوس جلسے مین حاضر ہون اور حضار مجلس کے روبرو اوسے پڑھکر سنا دون چنانچہ ہفتہ گذشتہ مولوی صاحب ممدوح نے مجھے آج کے اس جلسے کے منعقد ہونے کی خبر دی مگر چونکہ مین بسبب ایک ضرورت خاص کے اوسی وقت اوس شہر سے باہر چلا گیا تھا اور صرف دو روز پیشتر وہان سے لوٹ آنے کی فرصت ملی اس دو روز کے اندر بھی مین دوسرے کامون مین حد سے زیادہ مشغول رہا اسلئے اوس تحریر موعود کے مرتب کرنے سے قاصر رہا پر چونکہ مجلس کی طرف سے یہ امر قرار پاچکا تھا کہ میری تحریر درخصوص اس مسئلہ خاص کے آج کے جلسے مین پڑھی جاویگی مین یہ چاہتا ہون کہ جن مضامین کو مین اپنی تحریر مین مندرج کیا چاہتا تھا انھین مضامین کو اس وقت باختصار زبانی آپ حضرات کی خدمت مین عرض کرون اور اگر آپ حضرات اون مضامین کو پسند فرماوین تو انھین مضامین کو قلمبند کر کے جس طرح چاہین اوسے مشتہر فرماوین +

اب مین اصل مطلب کی گذارش کرتا ہون مملکت ہندوستان جو بالفعل بادشاہ عیسائی مذہب کے قبضہ اقتدار مین ہے مطابق فقہ مذہب حنفی کے دار الاسلام ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کیونکہ یہ قول ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح کا اور ساری فقہ کی کتابین جو بالفعل ہندوستان مین موجود ہین جیسے ہدایہ اور شرح وقایہ اور جامع الرموز

در المختار اور اسکی دونون شرحین طحطاوی اور رد المحتار جسے حاشیہ شامی بھی کہتے ہین اور فتاوی عالمگیری
اور فتاوی قاضی خان اور بحر الرائق اور نہر الفائق اور فصول عمادی اور نہایۃ المراد اور ابراہیم شاہی
اور اشباہ و نظائر وغیرہ خواہ صراحۃً یا ضمناً بالاتفاق و بلا خلاف یہی مضمون مندرج ہی مگر چونکہ اون
کتابون کی عبارت کا نقل کرنا جنکا مطلب ایک ہی ہی موجب ملالت و ملال حاضرین ہو سکتا ہی
اس لیے اسوقت مین صرف فتاوی عالمگیری اور فصول عمادی کی عبارت پڑھکر سناتا ہون
جو عموماً جامع اقوال متقدمین و متاخرین اور نہایت معتبر ترین کتب فتاوی ہین فتاوی عالمگیری
کی عبارت یہ ہی اعلم ان دار الحرب تصیر دار الاسلام بشرط واحد وهو اظهار حكم الاسلام
فيها قال محمد رح في الزيادات انما تصير دار الاسلام دار الحرب عند ابي حنيفة رح بشرائط
ثلث احدها اجراء احكام الكفار على سبيل الاشتهار وان لا يحكم فيها بحكم الاسلام
والثاني ان تكون متصلة بدار الحرب لا يتخلل بينهما بلدة من بلاد الاسلام والثالث
ان لا يبقى فيها مؤمن ولا ذمي آمنا بامانه الاول الذي كان ثابتا قبل استيلاء الكفار للمسلم
باسلامه وللذمي بعقد الذمة وصورة المسئلة على ثلثة اوجه اما ان يغلب اهل الحرب
على دار من دورنا او ارتد اهل مصر وغلبوا واجروا احكام الكفر او نقض اهل الذمة العهد وتغلبوا
على دارهم ففي كل من هذه الصور لا تصير دار حرب الا بثلث شرائط وقال ابو يوسف و محمد رح بشرط واحد
لا غير وهو اظهار احكام الكفر وهو القياس ثم هذه الدار اذا صارت دار الحرب باجتماع الشرائط الثلث
ترجمہ اسکا یہ ہی جان تو کہ دار الحرب ایک ہی شرط کے پائے جانے سے دار الاسلام ہو جاتا ہی اور وہ شرط یہ ہی کہ حکم
اسلام کا دار الحرب مین ظاہر ہو جاوے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے زیادات مین فرمایا ہی کہ دار الاسلام امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
کے نزدیک دار الحرب نہین ہوتا مگر جب اوسمین تین شرطین پائی جاوین ایک یہ کہ جاری ہو جاوے اوسمین احکام
کافرون کا شہرت کے ساتھہ اور یہ کہ اوس ملک مین موافق حکم اہل اسلام کے حکم نہ کیا جاوے

دوسری یہ کہ وہ ملک ملا ہوا دارالحرب سے اسطرح کہ اوسکے اور دارالحرب کے درمیان کوئی شہر دارالاسلام کا واقع نہو
تیسری یہ کہ اوس ملک مین باقی نرہے کوئی مسلمان کوئی ذمی اپنی پہلی امان کے ساتھہ جو امان کافرون کے
غلبہ کے قبل حاصل تھی مسلمانون کو بسبب اپنے اسلام کے اور ذمی کو عقد ذمہ کے سبب سے ❊
اور اس مسئلے کی تین صورتین ہین یا یہ کہ اہل حرب ہمارے ملکون مین سے کسی ملک پر غالب ہو جاوین یا یہ کہ کسی شہر کے
لوگ مرتد ہو جاوین اور جاری کرین احکام کفر یا یہ کہ ذمی لوگ عقد ذمہ کو توڑ ڈالین اور اپنے ہی ملک پر غالب ہو جاوین
سوان صورتون مین سے کسی صورت مین وہ ملک دارالحرب نہین ہو تاہی مگر تینون شرطون کے پائے جانے سے
جیسا اوپر مذکور ہوا اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایاہی کہ ایک ہی شرط کے پائے جانے سے
یعنی احکام کفر کے ظاہر ہونے سے دارالاسلام دارالحرب ہو جاتاہی ❊ یہ قول صاحبین کا اوپر قیاس تھا دارالاسلام ہونے
دارالحرب کے ایک ہی شرط کے پائے جانے سے ہی یعنے چونکہ دارالحرب صرف احکام اسلام کے اوسمین جاری ہی جانے سے
دارالاسلام ہوتاہی اسلیے صاحبین نے یہ قیاس کیا کہ دارالاسلام کو بھی صرف احکام کفر کے جاری ہو جانے سے دارالحرب
ہو جانا چاہیے پھر دارالاسلام جب تینون شرطون کے پائے جانے سے دارالحرب ہو جاوے تا آخر عبارت ❊
بعد اسکے مولوی صاحب ممدوح نے یہ فرمایا کہ درالمختار کے مصنف نے ایک قاعدہ کلیہ اپنی کتاب مین لکہا ہی وہ یہ ہی
والاصح کما فی السراجیۃ وغیرھا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق ثم بقول الثانی
ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد رحمھما اللہ تعالی انتھی ❊
یعنے صحیح تر یہی ہی جیسا سراجیہ وغیرہ مین لکھا ہی کہ بیشک فتوی دیا جاوے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر
علی الاطلاق یعنے ہر حال مین بعد اسکے جب کسی مسئلہ مین امام کا قول پایا نجاوے تب ثانی یعنے امام ابو یوسف رح کے
قول پر فتوی دیا جاوے پھر جب امام ابو یوسف کا قول پایا نجاوے تب ثالث یعنے امام محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاوے
پھر جب امام محمد رح کا قول پایا نجاوے تب زفر اور حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہما کے قول پر ❊
تو اس کلیہ کے مطابق بھی اس مسئلہ مین امام صاحب کے قول پر فتوی ہونا چاہیے اور علاوہ اسکے

فتاوی عالمگیری کے مصنفین نے بھی جو ایک بہت سے علمائے فحول تھے امام صاحب ہی کے قول پر فتوی دیا ہی جیسا اوسکی اخیر عبارت سے یعنی۔ پھر دار الاسلام جب تینون شرطون کے پائے جانے سے دار الحرب ہوجاوے صاف ظاہر ہی کیونکہ اگر اونکے نزدیک امام صاحب کے قول پر فتوی نہ ہوتا تو یہ محل تفریع کیونکر لکھتے کہ پھر دار الاسلام جب تینون شرطون کے پائے جانے سے دار الحرب ہوجاوے +

بعد اسکے مولوی صاحب ممدوح نے فصول عمادی کی عبارت پڑھنے کے قبل یہ فرمایا کہ از آنجا و فصول عمادی کی پہلی عبارت لفظاً و معنیً عالمگیری کی عبارت سے منطبق ہی اسلیے مین اوسکو چھوڑکر صرف آخر کی عبارت جس مین اونھون نے امام اعظم کی توجیہ بیان کی ہی پڑھکر سُناتا ہون اور وہ یہ ہی

وله ان هذه البلدة صارت دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فيها فما بقى شئ من احکام دار الاسلام فيها يبقى دار الاسلام على ما عرف ان الحکم اذا ثبت بعلة فما بقى شئ من العلة يبقى الحکم ببقائه هکذا ذکر شيخ الاسلام ابوبکر فی شرح سير الاصل يعنی جبتک تینون شرطین مذکورۂ بالا پائی نجاوین تبتک دار الاسلام کے دار الحرب ہونے مین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہی کہ جو شہر یعنے جس شہر پر گفتگو ہوتی ہو پہلے بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے اوسمین دار الاسلام ہو گیا پھر جبتک دار الاسلام کے احکام مین سے اوسمین کچھہ بھی باقی رہی گا تب وہ دار الاسلام باقی رہیگا اوس قاعدے کے موجب جو معروف ہی یعنی جب کوئی حکم ثابت ہوا ہی کسی علت کے سبب سے تو جب تک اوس علت مینسے کچھہ بھی باقی رہیگا تب تک وہ حکم باقی رہیگا اوسکے ساتھہ ایسا ہی بیان کیا ہی شیخ الاسلام ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے سیر الاصل کی شرح مین

اسقدر پڑھنے کے بعد مولوی صاحب ممدوح نے یہ فرمایا کہ آپ غور کرنا چاہیے کہ ان تینون

شروط مذکورہ بالا مین سے ایک بھی اس ملک ہندوستان مین پائی نہین جاتی ہی نہ تو اس مین
پہلی شرط پائی جاتی ہی کیونکہ اگرچہ حکام عیسائی مذہب کے احکام اسمین جاری ہین مگر ساتھہ ہی اوسکے
احکام اسلام بھی یہان بکثرت جاری ہین احکام عبادات تو بالکل جاری ہین کسی عبادت کے
بجالانے مین کسی طرح کی روک ٹوک نہین ہی اور احکام معاملات بھی اکثر جاری ہین نکاح طلاق
مہر نفقہ ثبوت نسب توارث ہبہ وقف شفعہ وصیت ان سارے معاملات مین ہمارے
احکام جاری ہین ہمارے ہی فتاوی اور احکام کے مطابق حکام عدالت خواہ ہندو ہون
یا نصرانی ہمارے حق مین ان معاملات کا فیصلہ کرتے ہین ایک سر مو تفاوت نہین ہوتا ہی
بلکہ شفعہ مین تو یہ بات بھی ابتک جاری ہی کہ ہندوٗن مین بھی آپس مین شفعہ کے احکام جاری ہین ٭
اور نہ دوسری شرط اس ملک مین پائی جاتی ہی کیونکہ قطع نظر اسکے حدود بیرونی کے خود
اسکے اندر بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستین ایسی موجود ہین کہ اونپر بلا خلاف دارالاسلام کا
اطلاق ہوتا ہی اور باعتبار حدود بیرونی کے بھی جب ہم حد غربی اور شمالی و غربی کو خیال
کرتے ہین تو بجز دارالاسلام کے کچھہ دکھائی نہین دیتا ہی ٭
اور تیسری شرط کے مفقود ہونے مین تو گفتگو ہی ضرور نہین کیونکہ اس ملک مین ایک
دوسرے دارالحرب سے ایک قوم عیسائی مذہب آگئی اور خدا نے اونکو یہان غالب کر دیا
تو وہ یہان کے پادشاہ ہوگئے پر یہان کل اہل اسلام جو ثلث باشندگان سے زائد ہین
سب کے سب بحال خود موجود ہین اور باقی دو ثلث ہندو ہین جو مسلمانون کے عہد دولت
مین ذمی تھے وہ بھی اپنے وسی عہد ذمہ پر قائم ہین اور اغلب رعایا اس ملک کی اب بھی وہی
ہین قوم نصاری اگرچہ یہان کے پادشاہ ہین مگر اونکی تعداد اس قدر قلیل ہی کہ شاید دوسرے
بلاد اسلام مین جہان پادشاہ بھی مسلمان ہین جیسے روم اور ایران ہی ان سے بہت زائد

روم والون سے لڑی حالانکہ روس والے انگریزون کے ہم مذہب یعنی نصرانی تھے اب اس سے
صاف یہ بات واضح ہی کہ دولت علیۂ انگلشیہ کو بدل اہل اسلام سے محبت ہی اور ہر مقام مین انکی تائید
اور اعانت کرتی رہتی ہی پس اگرچہ یہ امر ہندوستان کے دارالاسلام ہونے پر دلیل نہین ہو سکتی
پر جہاد کی حرمت اور عدم جواز پر دلیل ہو سکتی ہی کیونکہ یہ سلطان اسلام کے معاہد ہین اور اونکے
ساتھہ صلح و آشتی اور محبت و خلوص رکھتے ہین پھر مسلمانون کو سلطان اسلام کے معاہد سے
جہاد کرنا جائز نہین ہو سکتا ہی +

اسکے بعد مولوی فضل علی صاحب نے اپنی تحریر کو اوپر اس بیان کے ختم کیا کہ وہ فتویٰ جو
سید حسین صاحب بھاگلپوری کے استفتا پر بنا کر کے علمای دہلی اور لکھنو نے لکھا ہی اور چند دنون سے
ہندوستانی اخبارون مین چھپ رہا ہی اوس مین مستفتی اور مفتی دونون کی مسامحت پائی جاتی ہی
مستفتی کی مسامحت اس وجہ سے کہ اونھون نے عبارت استفتا مین یہ لکھا ہی کہ
اہل اسلام کو اون سے تاب مقاومت نرہے بلکہ مقابلہ مین خوف کسر شان اسلام ہو
اور یہ عبارت ہندوستان کو دارالاسلام سمجھنے کی تقدیر مین محض فضول اور بیہودہ اور غیر متعلق
از سوال ہی جسکو فقہ سے ادنی مناسبت بھی ہو ویگی اوسپر یہ مسامحت بخوبی واضح ہو جاویگی
اور مفتیون کی مسامحت اس وجہ سے کہ اون حضرات نے مسلمانان ہندوستان کو مستامن
قرار دیا ہی اور اس وجہ سے جہاد کو حرام لکھا ہی حالانکہ مسلمان مستامن نہین ہوتے مگر دارالحرب
مین تو اگر مسلمانان ہند کو مستامن کہا جاوے تو بدلالت التزامی ہند کو دارالحرب کہنا بھی
لازم آجاویگا حالانکہ ہند کا دارالاسلام ہونا ادلہ و براہین جلیۂ فقہیہ سے ثابت اور مسلم ہو چکا
اور نہ یہ کہ آج ثابت ہوا بلکہ ابتداے عملداری سرکار انگریز سے آج تک ثابت چلا آیا ہی جیسا
اوپر مذکور ہو چکا +

بعد ختم ہونے اس تحریر کے جناب مولوی ابو القاسم عبد الحکیم صاحب نے یہ فرمایا کہ اب مین حسب قاعدہ مجلس کے یہ تحریک کرتا ہون کہ مجلس کی طرف سے جناب مولوی کرامت علی صاحب کی خدمت مین شکریہ اس امر کا ادا کیا جاوے کہ اونھون نے آج کی شب ہماری مجلس مین رونق افروز ہوکر اس مسئلہ مفید عام پر تقریر اور گفتگو کی پر اسکے ضمن مین مجھے بعض امور عامہ مین ضروری کچھ گزارش کرنی ہی اول یہ کہ جو کچھ جناب مولوی صاحب ممدوح نے اپنی تقریر تحقیق تنویر مین بیان فرمایا ہی وہ بالکل صحیح اور درست ہی اور ساری باتین متفق علیہ مین آمین کوئی مضمون مختلف فیہ نہین اور درواقعی ہمارے مذہب کی جتنی کتب فقہیہ یہان مل سکتی ہین خواہ متون وشروح مین سے ہون یا کلیات وفتاوی مین جن مین سے چند کتابون کے اسماء مولوی صاحب نے بیان بھی فرمائے سب مین یہ مسئلہ دار الاسلام اسی طرح پر مذکور ہی جیسا فتاوی عالمگیری مین مرقوم ہی صرف عبارت کا فرق ہی معنے سب کے ایک مین اور اسی لیے ابتدائی عملداری سرکار سے آج تک ہزارون علمای فحول اس ملک مین گذرے کسی نے اس ملک کے دار الاسلام ہونے مین خلاف نہین کیا سب اسکو دار الاسلام سمجھتے رہے اور اوسکے احکام بہ نسبت اس ملک کے برتتے رہے اور آج تک ویسا ہی سمجھتے جاتے مین اور یہ صرف اسی وجہ سے ہی کہ ہمارے والیان ملک نے باوجود عیسائی مذہب ہونے کے آج تک کوئی حکم ایسا جاری نہین کیا جس سے کسی طرح کی دست اندازی بھی ہمارے احکام مذہبی مین پائی جاوے جو بقای دار الاسلام کا منافی ہو دوسرا یہ کہ مولوی صاحب ممدوح نے اس مسئلہ پر دفعۃً عوام کی طرف سے گفتگو ہونے کی وجہ مفصل بیان نہین فرمائی صرف ایک اشارہ مختصرہ پر اکتفا کیا اور جناب مولوی فضل علی صاحب نے بھی اگرچہ اپنی تحریر کے آخر مین اوس فتوی کے مستفتی اور مفتیون کی مسامحت بیان کی مگر اوسکی اصل حقیقت کو بیان نہین کیا اسلیے مجھے ضرور ہوا کہ مین اوسکی اصل حقیقت کو آپ حضرات کی خدمات مین گزارش کردون اور اوس فتوی کو بھی پڑھکر سناؤن

حقیقت اوسکی یہ ہی کہ جناب مولوی سید امیر حسن خان بہادر پرسنل اسسٹنٹ کمشنر بھاگلپور نے جب دیکھا کہ اندنون اسباب بغاوت وتابیان ضلالت نشان کی اوسباب کی کہ بغاوت مذکور کس حد کو پہنچی ہی تحقیقات ہو رہی ہی اونھون نے جناب مفتی سعد اللہ صاحب کی خدمت بابرکت مین جو اندنون بقیہ علمای فحول لکھنؤ مین اپنا مثل نہین رکھتے اور زمان شاہی لکھنؤ مین وہان بھی منصب افتا پر سرفراز رہے اور اب ریاست رامپور سعادت معمور مین منصب قضا اور افتا دونون انھین کی ذات مستجمع الفضائل والکمالات سے متعلق ہی ایک استفتا دربابِ مسئلہ جہاد کے بھجوایا جناب مفتی صاحب ممدوح نے اوسکا جواب لکھکر بعض علمای دہلی اور لکھنؤ کی خدمت مین بھیجا اور اونھون نے بھی اوسپر دستخط کیے بعد اوسکے وہ فتویٰ مستفتی صاحب کی خدمت مین بھیجدیا مستفتی صاحب نے اوسکی نقلین بذریعہ اپنے خطوط کے اکثر ہندوستانی اخبارون مین بغرض طبع و اشتہار بھجوائین اور صاحبان اخبار نے اوسے چھاپ بھی دیا اور اوسکا ترجمہ انگریزی کرکے بعض انگریزی اخبار نویسون کے پاس بھی بھجوایا اونھون نے بھی اوسے چھاپ دیا اب مین قبل دوسری گزارشات کے اوس فتوی کو پڑھکر سناتا ہون*

استفتا

کیا فرماتے ہین علمای دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ اگر ایک ملک اسلام پر قبضہ نصاریٰ ہو جاوے اور وہ لوگ شعائر اسلام مثل نماز و روزہ و حج و زکوۃ و جمعہ و جماعت مین کسیطرح دست انداز نہون اور مثل سلطان اسلام کے امن دیوین اور اہل اسلام کو اونسے تاب مقاومت کی بھی نرہے بلکہ مقابلے مین خوف کسر شان اسلام ہو جیسا کہ اسوقت اس ہندوستان مین ہو جو ہی تو جہاد درست ہی یا نہین   بینوا بالکتاب و توجروا بالصواب

الجواب

صورت مسطورہ مین مومنین مستامنین نصاری ہین مستامن کو جس ملک مین کہ استیمان سے رہا ہی جہاد کرنا نہین چاہیے کہ منجملہ شروط جہاد سے عدم عہد و امان بین المسلمین و الکفار ہی اور نیز جہاد کے واسطے ظن غلبہ مسلمین اور قوت اور شوکت اہل اسلام کی شرط ہی اگر یہ شرط مفقود ہو تو جہاد حلال نہین صاحب منہج الغفار بیان اس مضمون مین کہ مستامن کو متعرض ہونا اموال اور دما اور فروج کا حرام ہی یہ لکھتا ہی لانہ ضمن بالاستیمان ان لا یتعرض لھم فالتعرض بعد ذلک یکون غدرا والغدر حرام - اور فتاوی عالمگیری مین لکھا ہی واما شرط اباحتہ فشیئان احدھما امتناع العدو عن قبول ما دعی الیہ من الدین الحق و عدم الامان و العھد بیننا و بینھم والثانی ان یرجو الشوکۃ والقوۃ لاھل الاسلام باجتہادہ او باجتہاد من یعتقد فی اجتہادہ و رأیہ و ان کان لا یرجو القوۃ والشوکۃ للمسلمین فی القتال فانہ لا یحل لہ القتال لما فیہ من القاء نفسہ فی التھلکۃ انتھی واللہ اعلم

خادم شریعت رسول اللہ قاضی و مفتی محمد سعد اللہ

محمد لطف اللہ — عبدہ محمد قطب الدین

محمد عالم علی

علاوہ اسکے علمای مفصل الذیل شہر لکھنؤ نے بھی انھین وجوہات پر عدم جواز کے فتوی دیی ہین -

خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد — ابو الاحیا محمد نعیم عفی عنہ

ابو الحسنات محمد عبد الحی — ذلک فضل اللہ محمد رحمت اللہ عفی عنہ

محمد جنید عبد الباسط الانصاری — محمد امان الحق عفی عنہ

بعد پڑھنے اس فتوی کے جناب مولوی ابو القاسم عبد الحکیم صاحب نے یہ فرمایا کہ اب

ہرگز جہاد نہین ہی بلکہ بغاوت ہی اور مسلمانون کی کسی لڑائی کو بغاوت نہین کہی جاسکتی ہی جبتک وہ دارالاسلام کے بادشاہ کے ساتھہ نہو اور یہ بھی مجھے یاد آتا ہی کہ مین نے کسی قلمی رسالے مین دیکھا ہی کہ جناب رضوان مآب مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جو اپنے وقت مین امام علماء ہندوستان تھے اور اونکے بعد پھر اونکا مثل دوسرا پیدا نہوا ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا فتوی دیا ہی اور یہ خود اونکے افعال سے بھی ظاہر ہی کہ تمام عمر اسی ملک ہندوستان مین کاٹ دی اور یہین انتقال فرمایا کبھی ہجرت کا نام تک نہ لیا اور نماز جمعہ و عیدین برابر بطور وجوب کے ادا کرتے رہے۔

جناب مولوی محمد عبد الرؤف صاحب نے اس تحریک کی تائید کی +

جناب مولوی عبد اللطیف خان بہادر سکرٹری مجلس نے فرمایا کہ مجھے بھی اس مادہ مین کچھہ گزارش کرنی ہی وہ یہہ ہی کہ حضرات مقررین سابق کی تقریرات شافی و کافی سے بخوبی و علی سبیل الکمال متحقق ہوا کہ مملکت ہندیہ جو اندنون زیر حکومت حکام انگلشیہ کے ہی دارالاسلام ہی اور یہان کی رعایاے اہل اسلام کو اپنے بادشاہ وقت کے ساتھہ جہاد کرنا ہرگز و ہرآئنہ جائز نہین ہی اگرچہ وہ عیسائی مذہب ہین اور اب ان تقریرون کے چھپکر مشتہر ہونے سے بیشک وہ سارے شکوک و شبہات جو عوام کالانعام کے دلون مین پیدا ہوئے ہین بالکلیہ مندفع ہوجاوینگے اور جناب مفتی سعد اللہ صاحب کے فتوی کی نسبت میرا بھی یہی گمان ہی کہ اونکو مستفتی کی عبارت سے خصوصا اوس مین لفظ جہاد کے لکھنے سے دھوکا اسبات کا ہوگیا کہ یہ سوال ہندوستان کے حال سے نہین ہی کیونکہ ہندوستان کا دارالاسلام باقی رہنا ابتداے تسلط سرکار انگریزی سے آج تک بین العلما مسلمات مین سے ہی پھر اسکے اندر جہاد کے جواز و عدم جواز کا سوال کیونکر ہوسکتا ہی

کیونکہ جہاد نہین ہوسکتا مگر دارالحرب مین تو غالباً جناب مفتی صاحب ممدوح نے یہی سمجھا ہوگا کہ
مستفتی نے کسی اور ملک کے حال سے سوال کیا ہی جسکے بعض حالات ہندوستان کے بعض حالات سے
مشابہ ہین اور وہ ملک مستفتی کے نزدیک دار الحرب ہی اور مسلمان وہان بطور مستامن کے رہتے ہین
تو اب مستفتی کا سوال یہی ہی کہ اس حال مین ان مستامن مسلمانون کو بادشاہ امن دہندہ کے ساتھ
جہاد کرنا جائز ہی یا نہین تو بے شک اسکا جواب انھون نے بہت صحیح لکھا ورنہ مفتی صاحب اور
اونکے اقران دوسرے علما کی نسبت مجھے یقین ہی کہ ہرگز وہ ہندوستان کو دار الحرب نہین بتلاوینگے
اور مین نے سُنا ہی کہ قبل اسکے خود مفتی صاحب نے ہندوستان کے دار الاسلام ہونے پر فتوی
لکھا ہی یہ مباحث فقہیہ تھے جنکی تنقیح کی استقصا ہو گئی علاوہ اسکے ایک نہایت غور و فکر کے قابل
یہ امر ہی کہ اگر ہم ان باتون کے سوا اوس محبت دلی اور خلوص باطنی کو یاد کرین جو قوم انگریز ہمارے
سلطان روم کے ساتھ رکھتے ہین تو ہمکو اوس وجہ سے بھی اس قوم کا خیر خواہ و شکر گزار رہنا لازم ہی *
اب انکی ہوا خواہی اور خلوص و محبت اور تائید و اعانت کا حال کچھہ مختصر سا گزارش کرتا ہون
کیونکہ غالباً حضرات حاضرین مین سے بعض حضرت کو احوال تفصیلی اون امور کے جنکے سبب سے
سررشتہ موافقت و رابطہ مصادقت فیما بین سلطان روم اور قوم انگریز کے محکم و مستحکم ہو معلوم نہونگے *
پرانا قصہ روم و روس کا کل حضرات کو کچھہ نہ کچھہ معلوم ہی ہوگا جسکا ملخص یہ ہی کہ شہنشاہ روس
بباطن واسطے ہدم بنیان اسلام کے اور بظاہر بنام نہاد استحفاظ حقوق مذہبی رعایاے عیسائی
مذہب سلطان روم کے سلطان کیوان مکان سے لڑنے پر آمادہ ہوگیا اور چونکہ روسیون کی فوج
لشکر سلطانی سے بہت زائد تھی اسلیے دوسرون کی تائید و اعانت کی ضرورت ہوئی اوس وقت
سب سے پہلے جناب ملکہ معظمہ انگلستان جو ہمارے ہندوستان کی شہنشاہ ہین سلطان کی تائید
و اعانت مین آمادہ و مستعد ہوئین اور اگرچہ شہنشاہ فرانس نے بھی اوس معرکہ مین سلطان کی حمایت کی

دائرہ ہی اس معرکۂ عظیم کی کیفیت ایسی عجیب و غریب ہی کہ انسان کی عقل و سکے سمجھنے مین بالکل حیران ہی۔

فرانس والون کو ابتدا ہی سے برابر ہزیمت پر ہزیمت ہی ہوتی رہی اور آخرکار شہنشاہ فرانس مع اپنی لاکھون فوج کے پادشاہ پروشیا کے ہاتھہ قید ہوگئے چنانچہ ابتک وہ اوسی قید مین ہین اور اندنون پادشاہ پروشیا کی فوج نے دارالسلطنت فرانس کا محاصرہ کر رکھا ہی اور عجب نہین کہ عنقریب شہر دارالسلطنت پر اونکا قبضہ بھی ہوجاوے یہ تو اس لڑائی کی مختصر کیفیت ہی اب دوسرے سلاطین یورپ کا حال سنیئے کہ چونکہ اونسے طرفین سے محبت اور اتحاد ہی اسلیے انھون نے کسی کی جانب داری نکی دونون کو اپنے حال پر چھوڑ دیا کہ باخودہا جیسا بنے لڑلین پر ابھی کئی دن ہوئے شہنشاہ روس نے ایک طرفہ اشتہار جاری کیا ہی جسکے مضمون سے کل یورپ یعنی ممالک بیضان مین ایک خلفشار پڑرہا ہی تفصیل اسکی یون ہی کہ بعد انفصال اوس محاربۂ روم و روس کے مقام قرم یعنی کریمیا مین جسکا ذکر ابھی ہوچکا پادشاہان یورپ نے باخودہا ایک عہدنامہ درخصوص بقای صلح و آشتی مابین خودہا تحریر کیا تھا اور اوس مین بہت سی شرطین لکھی گئی تھین جن مین سے خاص خاص شرطونکی بجا آوری ایک ایک پادشاہ پر واجب و لازم گردانی گئی تھی تو منجملہ اون خاص شرطون کے جسکی بجا آوری شہنشاہ روس پر واجب گردانی گئی تھی ایک شرط تھی کہ شہنشاہ روس اپنے جہازات جنگی ہرگز و ہرآئنہ کبھی بحر اسود مین جو سلطنت روم اور مملکت روس کی ایک جانب کا حد فاصل ہی داخل نہونے دیوینگے چنانچہ اوسوقت سے آج تک کل سلاطین معاہدین اپنی اپنی شرطون کی پابندی کرتے چلے آتے ہین بالفعل شہنشاہ روس نے یہ اشتہار دیا ہی کہ ہم اب اوس شرط کی یعنی شرط متعلق بحر اسود کی پابندی ضرور نہین سمجھتے ہین۔

ازآنجا کہ ایسا کہنا گویا سلطان روم کے ساتھہ جنگ و پیکار کی آماوگی کا نشان اول ہی اسلیے سب سے پہلے
یہی قوم انگریز جنکے ظل عاطفت مین ہم ساتھہ نہایت امن چین کے اوقات بسر کر رہے ہین اور
جنکی خوبیون کے بیان کرنے مین ہم اپنا حق واجب ادا کرتے ہین چوکنے اور اس عہد شکنی کے
اسباب و بواعث کے متفحص ہوئے *

شاہ روس کے اس اشتہار کے متعلق حالات سے جو دربارہ مہمات ممالک بعضان کے جاری تہی
ظن غالب اثبات کا پیدا ہوتا ہی کہ شہنشاہ روس اگرچہ بظاہر مثل اور سلاطین یورپ کے ساکت و صامت
تھا مگر پہلے ہی سے در پردہ پادشاہ پروشیا کی تائید کرتا رہا اور شاہ پروشیا نے شہنشاہ روس کی
تائید سے شہنشاہ فرانس کو جو دوسرا دوست اور موالف سلطان روم کا ہی مغلوب کیا اور اب بے کھٹکے
عہد شکنی اور جنگ و پیکار پر آمادہ ہو گیا کیونکہ اونھون نے یہ سمجھہ لیا کہ اب سوا انگریزون کے
اور کوئی سلطان کا مؤید باقی نرہا پھر تنہا انگریز سے کیا ہو سکتا ہی پر حضرات انگریز نے پہلے ہی
اپنا بند و بست درست کر لیا یعنے اونھون نے شہنشاہ اسٹریا اور پادشاہ اٹالی سے اس بارے مین
گفتگو کی اور اونکے ساتھہ ایک معاہدہ بایں مضمون مکمل کر لیا کہ اگر شہنشاہ روس باوجود افہام و تفہیم سلاطین دیگر
اپنی اس نیت فاسد سے باز نہ آیا اور سلطان سے جنگ ہی ٹھہر گئی تو شہنشاہ اسٹریا اور پادشاہ
اٹالی انگریزون کے ساتھہ ملکر سلطان کی تائید کرینگے علاوہ اسکے عجب نہین کہ اگر شہنشاہ روس
علانیہ پروشیا والون کی تائید کرنے پر آمادہ ہو جاوے تو اوسوقت اراکین دولت انگلشیہ بھی فرانس والون
کی تائید مین اوٹھہ کھڑے ہووین خلاصہ ایسی ایسی فکر و تدبیر اور اس قسم کی کارسازیون مین
حضرات انگریز مشغول اور سرگرم ہین *

اب حضرات آپ ہی انصاف فرماوین کہ اس سے بڑھکر اور کوئی بالاتر درجہ محبت و خلوص
عالم امکان مین متصور ہو سکتا ہی پھر مسلمانون کو ایسی قوم کی شکر گزاری اور منت پذیری اور

اور چار ساڑھے چار برس اوس اطراف مین پھرتا رہا یہان سے امیر دوست محمد خان مرحوم امیر
کابل کے بھائی کے ساتھہ گیا تھا وہان خود امیر صاحب کا مہمان رہا اونکی مہمان نوازی اور مسافر
پروری کا شکریہ ادا نہین کرسکتا دو مرتبہ اور مجھکو ہندوستان مین آنے کا اتفاق ہوا اور
صرف حیدرآباد دکن اور صوبہ سندھہ مین رہکر چلا گیا اب کے بھی برس دن ہوئے کہ ہند مین آیا ہون
بمبئی بھوپال رامپور الہ آباد پٹنہ گیا وغیرہ شہرون سے پھرتے پھراتے اب کلکتے مین آگیا ہون
اس سفر مین بھی ہر منزل و مقام کے رؤسا و عظما نے مراتب مہمانداری و مسافر نوازی انتہا کو
پونہچائے مگر ہم بہ تخصیص مراحم و اشفاق خاص جناب والیہ بھوپال اور حضرت نواب صاحب بہادر
والی رامپور کا شکر و سپاس ہرگز ادا نہین کرسکتے خلاصہ مطلب اس بیان طویل سے یہ ہی کہ جسقدر
تجربے مجھے ان سیاحتون سے حاصل ہوئے علی الخصوص ہندوستان کے ان اسفار اربعہ
مین اور جو کچھہ حالات ان مختلف ملکون کے مجھپر منکشف ہوئے اوسپر بنا کرکے مین کل ان مضامین
کی تصدیق کرسکتا ہون جو چند حضرات نے اسوقت بہ نسبت اس مسئلہ خاص کے بیان کیا
خصوصًا اوس مضمون کی بخوبی ادای شہادت اور تصدیق کرسکتا ہون جو جناب سکرٹری
مجلس نے درخصوص محبت و اتحاد فیما بین ملکہ انگلستان اور ہمارے سلطان کیوان مکان کے
بیان فرمایا واقعی ہمارے سلطان سے جیسی محبت اس قوم انگریز کو ہی ایسی محبت و اتحاد ہرگز
کسی دوسری قوم کو نہین ہی چنانچہ مجھے اسوقت نہایت تازہ ایک حکایت یاد آتی ہی کہ جس سے
انگریزون کی دلی محبت اور دوستی حضرت سلطان کے ساتھہ بخوبی ثابت اور متحقق ہوتی ہی
یعنی جس وقت ابھی چند دن ہوئے پاشای مصر نے سلطان سے کسی قدر انحراف اور سرتابی کا
ارادہ کیا تھا اور عجب نہ تھا کہ ایک فساد عظیم برپا ہوجاتا اور آخر کو سلطان کی طرف سے ایک
فرمان متضمن زجر و توبیخ اور تنبیہ و تہدید کے پاشای موصوف کے نام آیا تھا اور اوس مین بعض شرطین

له [illegible] ۱۲

ی تعیین کہ بر تقدیر قبول کرنے اون شرطون کے عفو تقصیر ہو سکتی ہی پر پاشاے موصوف کو اوسکے
ول کرنے مین تامل تھا اور غالباً وہ اوسے قبول نکرتے مگر پاشاے موصوف نے قبل قرار دینے
سی امر کے قنصل سلطنت انگریزی متعین مصر سے اس امر مین استشارہ کیا اسپر قنصل موصوف
نے سنتے تامل پاشاے موصوف سے یہ کہا کہ مجھکو اولیاے دولت علیہ جناب ملکہ معظمہ کیطرف سے
لم آگیا ہی کہ اگر آپ بدستور سلطان کی اطاعت بخوشی قبول کر لیوین اور احکام و شرائط
رمان کو مان لیوین فبہا ورنہ اسی وقت مین بسبیل تار برقی ہمارے جہازات جنگی پر جو یونان مین
ہین حکم صادر کرتا ہون کہ وہ یکسر اسکندریہ کو روانہ ہو وین اسکے سنتے ہی پاشاے موصوف
ے چھکے چھوٹ گئے اور نشۂ تمرد و سرکشی سر سے جاتا رہا فوراً بے چون و چرا اوس فرمان
اجب الاذعان کی کل شرطین قبول کرلین اور بدستور طوق اطاعت سلطانی اپنے گلے مین
ال لیا اور کل خیالات بیہودہ اپنے دل سے دور کیے اب یہ انتہای مرتبہ محبت
اتحاد ہی کہ سلطان کے دشمن خارجی سے تو لڑ ہی چکے اور اب بھی بشرط ضرورت
ڑنے کو طیار ہین اور یہ ایک دشمن خانگی تھا کہ جسنے بہ نیت فاسد بغاوت پر کمر باندھی
ھی اور اوسکی تہدید و تنبیہ کے لیے خود سلطان کی ادنیٰ توجہ کافی تھی مگر چونکہ اس مین بھی
سلطان کو ایک زحمت و تکلیف لاحق اوٹھانی پڑتی اس لیے ان لوگون نے اوس قدر
حمت کو بھی سلطان کے لیے پسند نکیا اور گو پاشاے مصر سے بھی حضرات انگریز کو محبت
ر اتحاد ہی مگر چونکہ وہ سلطان کے نائب ہونے کی حیثیت سے ہی اسلیے سلطان کے
قابلے مین اوسکا کچھہ لحاظ نکیا اور حق تو یہ ہی کہ اگر یہ اسطرح فوج کشی پر آمادہ نہو جاتے تو کچھہ تعجب نتھا کہ
پاشاے مصر سلطان کے ساتھہ ایک بار مقابلہ ضرور کرتے اور اسکا مآل کسقدر بد تھا یہ خود
پ حضرات پر منکشف ہی تو حضرات انگریز کی اس آمادگی سے طرفین اوس مآل بد سے بچ گئے

اور چار ساڑھے چار برس اوس اطراف مین پھرتا رہا یہان سے امیر دوست محمد خان مرحوم امیر کابل کے بھائی کے ساتھہ گیا تھا وہان خود امیر صاحب کا مہمان رہا اونکی مہمان نوازی اور مسافر پروری کا شکریہ ادا نہین کرسکتا دومرتبہ اور مجھکو ہندوستان مین آنے کا اتفاق ہوا اور صرف حیدرآباد دکن اور صوبہ سندھہ مین رہکر چلا گیا اب کے بھی برس دن ہوئے کہ ہند مین آیا ہون بمبئی بھوپال رامپور الہ آباد پٹنہ گیا وغیرہ شہرون سے پھرتے پھراتے اب کلکتے مین آگیا ہون اس سفر مین بھی ہر منزل ومقام کے رؤسا اور عظما نے مراتب مہمانداری و مسافر نوازی انتہا کو پہونچائے مگر ہم بتخصیص مراحم واشفاق خاص جناب والیہ بھوپال اور حضرت نواب صاحب بہادر والی رامپور کا شکر وسپاس ہرگز ادا نہین کرسکتے خلاصہ مطلب اس بیان طویل سے یہ ہی کہ جسقدر تجربے مجھے ان سیاحتون سے حاصل ہوئے علی الخصوص ہندوستان کے ان اسفار اربعہ مین اور جو کچھہ حالات ان مختلف ملکون کے مجھپر منکشف ہوئے اوسپر بناکرکے مین کل ان مضامین کی تصدیق کرسکتا ہون جو چند حضرات نے اسوقت بہ نسبت اس مسئلہ خاص کے بیان کیا خصوصًا اوس مضمون کی بخوبی ادای شہادت اور تصدیق کرسکتا ہون جو جناب سکریٹری مجلس نے درخصوص محبت واتحاد فیما بین ملکۂ انگلستان اور ہمارے سلطان کیوان مکان کے بیان فرمایا واقعی ہمارے سلطان سے جیسی محبت اس قوم انگریز کو ہی ایسی محبت واتحاد ہرگز کسی دوسری قوم کو نہین ہی چنانچہ مجھے اسوقت نہایت تازہ ایک حکایت یاد آتی ہی کہ جس سے انگریزون کی دلی محبت اور دوستی حضرت سلطان کے ساتھہ بخوبی ثابت اور متحقق ہوتی ہی یعنی جس وقت ابھی چند دن ہوئے پاشای مصر نے سلطان سے کسی قدر انحراف اور سرتابی کا ارادہ کیا تھا اور عجب نہ تھا کہ ایک فساد عظیم برپا ہوجاتا اور آخرکو سلطان کی طرف سے ایک فرمان متضمن زجر وتوبیخ اور تنبیہ وتہدید کے پاشای موصوف کے نام آیا تھا اور اوس مین بعض شرطین

علاوہ ایک ہفتہ کا زمانہ ہوا [illegible]

لکھی تعیین کہ بر تقدیر قبول کرنے اون شرطون کے عفو تقصیر ہو سکتی ہے پر پاشاے موصوف کو اوسکے
قبول کرنے مین تامل تھا اور غالباً وہ اوسے قبول نکرتے مگر پاشاے موصوف نے قبل قرار دینے
کسی امر کے قنصل سلطنت انگریزی متعین مصر سے اس امر مین اشارہ کیا اسپر قنصل موصوف
نے بے تامل پاشاے موصوف سے یہ کہا کہ مجھکو اولیاے دولت علیہ جناب ملکہ معظمہ کیطرف سے
حکم آگیا ہے کہ اگر آپ بدستور سلطان کی اطاعت بخوشی قبول کرلیوین اور احکام و شرائط
فرمان کو مان لیوین فبہا ورنہ اسی وقت مین بسبیل تار برقی ہمارے جہازات جنگی پر جو یونان مین
ہین حکم صادر کرتا ہون کہ وہ یکسر اسکندریہ کو روانہ ہووین اسکے سنتے ہی پاشاے موصوف
کے چھکے چھوٹ گئے اور نشۂ تمرد و سرکشی سر سے جاتا رہا فوراً بے چون و چرا اوس فرمان
واجب الاذعان کی کل شرطین قبول کرلین اور بدستور طوق اطاعت سلطانی اپنے گلے مین
ڈال لیا اور کل خیالات بیہودہ اپنے دل سے دور کیے اب یہ انتہای مرتبہ محبت
و اتحاد ہے کہ سلطان کے دشمن خارجی سے تو لڑ ہی چکے اور اب بھی بشرط ضرورت
لڑنے کو طیار ہین اور یہ ایک دشمن خانگی تھا کہ جسنے بہ نیت فاسد بغاوت پر کمر باندھی
تھی اور اوسکی تہدید و تنبیہ کے لیے خود سلطان کی ادنی توجہ کافی تھی مگر چونکہ اس مین بھی
سلطان کو ایک زحمت و تکلیف لاحق اوٹھانی پڑتی اس لیے ان لوگون نے اوسقدر
زحمت کو بھی سلطان کے لیے پسند نکیا اور گو پاشاے مصر سے بھی حضرات انگریز کو محبت
و اتحاد ہے مگر چونکہ وہ سلطان کے نائب ہونے کی حیثیت سے ہے اسلیے سلطان کے
مقابلے مین اوسکا کچھ لحاظ نکیا اور حق تو یہ ہے کہ اگر یہ اسطرح فوج کشی پر آمادہ نہو جاتے تو کچھ تعجب نتھا کہ
پاشاے مصر سلطان کے ساتھ ایک بار مقابلہ ضرور کرتے اور اسکا مآل کسقدر بد تھا یہ خود
آپ حضرات پر منکشف ہے تو حضرات انگریز کی اس آمادگی سے طرفین اوس مآل بد سے بچ گئے

اور روافی ہون گی اور اوس جواب کی نسبت جیسا کچھ احتمال جناب سکرٹری صاحب
اور جناب مولوی عبدالحکیم صاحب نے بیان کیا ہی میری دانست مین بھی
وہی احتمال صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ ہمین شک نہین کہ اگر وہ یہ سمجھے ہوتے
کہ یہ سوال ہندوستان کے حال سے کیا جاتا ہی لامحالہ اسے دارالاسلام
لکھتے اور یہان رہنے والون کو کبھی مستامن نہ کہتے عرب صاحبون نے جو کچھ
علماے حرمین کے فتوی کا حال بیان کیا نہایت صحیح اور درست ہی ابھی تھوڑا
ہی عرصہ گذرا یعنے اواخر ۱۸۶۶ء عیسوی کو میرے دوست جناب حاجی سعید بخت
صاحب زمیندار سلہٹ جو سات برس مکے مین رہ آئے ہین ہند مین
آتے وقت مکہ معظمہ کے حنفی اور شافعی اور مالکی تینون مذہب کے مفتیون کے دستخط
سے ایک[1] فتوی اسی مادے مین لکھوا لائے ہین +

---

۱ بعد مرتب ہونے اس رویداد کے عالیجناب صدر مجلس نے اصل فتوی جناب حاجی
سعید بخت صاحب سے منگوا کر مجلس کے حوالہ کر دیا چنانچہ اب وہ سررشتۂ مجلس مین موجود ہی
اوسکی نقل بعبارتہ ذیل مین مندرج ہوتی ہی +

ما قولکم دام فضلکم

بلاد الهند التی حاکمها النصاری لا یمنعون کل احکام الاسلام کالصلوٰة والعید من
وغیرها ویخالفون بعض احکام الاسلام یعنے یورثون من بدل دینه علے مذهبهم من
مورثه المسلم فهل هی دار الاسلام اولا وهل یجب علیهم الجمعة اولا وهل یصلے المسلمون

میں بسئے اوسکو بچشم خود دیکھا ہو اوسکا مضمون یہ ہو کہ بسے ملک میں شیء من شعائر الاسلام

بعد رکعتی الجمعة اربع رکعات بنیة اداء الظهر الذی ادرکوا وقته ولم یودوا والمعروف فی کتب الفقه اولا بینوا توجروا

الحمد لله رب العالمین رب زدنی علماً متی اقیم فیها شیء من شعائر الاسلام فهی دار الاسلام و تجب الجمعة ان استکملت بقیة شرائطها ثم فی الدر المختار وفی اداء الاربع بعد الجمعة خلاف واعتمد العلامة المقدسی انه یؤتی بها فی موضع وقع فیه الشك ولکن کما قال والدی رحمه الله تعالی ونحن لا نؤمر بذلك امثال هؤلاء العوام بل ندل علیه الخواص والله سبحانه وتعالی اعلم امر بذلك الراجی لطف ربه الخفی جمال بن عبد الله شیخ عمر الحنفی مفتی مکة المکرمة حالا کان الله لهما حامداً مصلیاً مسلماً

مهر 

الحمد لله وحده وصلی الله وسلم علی سیدنا محمد وعلی آله وصحبه والسالکین نهجهم بعد اللهم اسألك هدایة للصواب نعم متی اقیم فیها شیء من شعائر الاسلام فهی دار اسلام وتجب الجمعة ان استکملت شرائطها فان اقیمت جمع متعددة فی موضع واحد یمکن ان یجتمعوا فی مسجد من مساجده فالجمعة السابقة هی الصحیحة وما عداها یجب علی اهلها ان یصلوا ظهراً فان حصل شك فی السبق والتاخر والاقتران فالبراءة لهم ان یصلوا الظهر بعد الجمعة واما عند تخلف شیء من شروط صحة الجمعة فانها لا تصح ولا تنعقد فان صلوها موافقة لبعض اقوال احد من الائمة الاربعة ثم ارادوا واعادتها ظهراً مراعاة للاقوال المخالفة لذلك فلا باس بذلك اذ کل صلوة اختلف فی صحتها فانه یسن اعادتها ولو فرادی خارج الوقت کما صرح بذلك

بھی پائی جاوے وہ دار الاسلام ہی پھر ہندوستان کے دار الاسلام ہونے مین (جہان تعتقہ بتاکل شعائر الاسلام جاری ہین) کون سی گفتگو باقی رہی علمای حرمین کے فتویٰ نویسی کا طریقہ مثل ہمارے ملک کے مفتیون کے نہین ہی یعنے وہ اپنے فتاویٰ مین روایات فقہیہ اور ادلہ کتابی نقل نہین کرتے بلکہ بطور حکم کے سوال سائل کا جواب لکھکر اپنے دستخط کر دیتے ہین اسی لیے اوس فتویٰ مین بھی کسی کتاب کی عبارت منقول نہین ہی پر مجھے یاد آتا ہی کہ ایک روایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی کتاب مین جسکا نام اسوقت یاد نہین میری نظر سے گذری ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ جبتک دار الاسلام مین کچھہ بھی احکام

کثیرہ من ائمتنا واللہ سبحانہ وتعالی اعلم کتبہ المرتجی من ربہ الغفران احمد بن زینی دحلان مفتی الشافعیۃ بمکۃ المحمیۃ غفر اللہ لہ ولوالدیہ ومشائخہ واخوانہ ومحبیہ والمسلمین

مہر: المرتجی من ربہ الغفران السید احمد دحلان مفتی الشافعیۃ بمکۃ المحمیۃ

الحمد للہ وحدہ رب زدنی علما فی حاشیۃ الدسوقی ان بلاد الاسلام لا تصیر دار حرب بمجرد استیلائہم علیہا بل حتی تنقطع اقامۃ شعائر الاسلام او غالبہا اہ واما وجوب صلوۃ الجمعۃ فلا شک فیہ ولا یعید الظہر بعد الجمعۃ عندنا واللہ اعلم

کتبہ حسین بن ابراہیم مفتی المالکیۃ بمکۃ المشرفۃ المحمیۃ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ وسلم

مہر: حسین عبدہ

اسلام باقی رہے تب تک وہ دارالحرب نہین ہوتا تو کیا عجب کہ علماے حرمین نے اسی روایت پر
بناکے وہ فتویٰ لکھا ہو اور عجب علماے حرمین کا فتویٰ اسباب مین ہو چکا ہو پھر ہماری
گفتگو کی کون سی جگہہ باقی رہی اور در خصوص محبت و خلوص قوم نصاریٰ ساتھ سلطان روم
اور پاشاے مصر اور امیر کابل وغیرہ کے جو کچھہ مضامین جناب سکرٹری صاحب نے
بیان فرمایا اور عرب صاحبون نے اوسکی تائید اور تصدیق کی یہ کچھہ امر عجیب نہین ہی کیونکہ
خود خداوند تعالی نے قرآن مجید مین انکی نسبت یون فرمایا ہی وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ
اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ
اور تو پاوے گا سب سے نزدیک محبت مین مسلمانون کے وہ لوگ جو کہتے ہین
کہ ہم نصاریٰ ہین یہ اسواسطے کہ اونمین عالم ہین اور درویش ہین اور یہ کہ وہ تکبر نہین کرتے +
پس اگرچہ نصاریٰ کہلاتے ہین اور بہت سی اقوام بھی شامل ہین مگر خداوند تعالی نے
یہ محبت و مودت اہل اسلام خاص اسی قوم انگریز کے حصے مین ڈال دیا ہی اور اسی وجہ سے
خداوند تعالی نے انکو ایسی ایک مملکت وسیع کا حاکم بنایا جسکے ایک ثلث باشندگان
اہل اسلام ہین +

ان سب تقریرون کے بعد تحریک شکریہ بخدمت جناب مولوی کرامت علی صاحب
باتفاق و ہمداستانی جملہ اراکین حاضر جلسہ منظور ہوئی +

بعد اسکے عالیجناب صدر مجلس کا شکریہ ادا کیا گیا اور مجلس برخاست ہوئی۔

عبدالباری
صدر مجلس

ضمیمۂ اول

بعد قلمبند ہونے رویداد مندرجۂ صفحات ماقبل کے طبقۂ علیائے اہل اسلام کے ایک بہت بڑے عالم یعنے جناب مولوی محمد عبد الحق صاحب خیر آبادی جنکا علم و فضل تمام ہندوستان مین مسلم الثبوت ہی اتفاقاً کلکتے مین رونق افروز ہوئے

چونکہ وہ اسلامی مجلس مذاکرۂ علمیہ کلکتہ کے اراکین غیر حضوری مین سے ہین انلیئے جناب سکریٹری نے رویداد مذکور کو اونکے ملاحظہ سے گذرانا اور استدعا اس بات کی کی کہ مولوی صاحب ممدوح مسئلہ مبحوث عنہ پر اپنی راے تحریر فرماوین چنانچہ ممدوح الیہ نے برطبق اوسکے اپنی رای لکھدی جو بعینہ سطور ذیل مین مندرج ہی +

درین وزہا حسب اتفاق فائز کلکتہ شدہ و تحریریست کہ درخصوص دارالاسلام بودن ہندوستان درین عہد وزمان در مجلس مذاکرۂ علمیہ کلکتہ سمت ترتیم یافتہ بامعان نظر دیدیم در حقیقت تقریر جناب مولوی کرامت علی صاحب درین باب بغایت متین و محقق ست و انچہ جناب سکریٹری صاحب و جناب مولوی ابو القاسم عبد الحکیم صاحب بیان فرمودہ اند ہم صحیح و درست ست بالجملہ درعہد دولت سرکار دولتمدار انگلشیہ ملک ہندوستان بروی روایات معتبرۂ کتب فقہیہ بلا ریب دارالاسلام است ہیچگونہ درین باب جاے اشتباہ و محل شک نیست +

حررہ العبد المشتاق الی رحمۃ ربہ الہادی محمد عبد الحق العمری الخیر ابادی عاملہ اللہ بفضلہ البادی فی العواقب و المبادی دہم فبروری ۱۸۷۰ عیسوی

ضمیمۂ دوم

اور کمال حسن اتفاق یہ ہی کہ بعد اسکے خود جناب مفتی سعد اللہ صاحب کا فتوی درخصوص دار الاسلام ہونے ہندوستان کے جسکا جناب سکریٹری صاحب نے اپنی تقریر مین باین عبارت ذکر کیا ہی

اور ہمنے سنا ہے کہ قبل اسکے خود مفتی صاحب نے ہندوستان کے دار الاسلام ہونے پر فتوی لکھا ہے) دستیاب ہوگیا چنانچہ وہ فتوی بتمامہ ذیل میں مندرج ہوتا ہے

ما قولہم

درین مسئلہ کہ بلاد ہندوستان محکومہ نصاری حکم دار الاسلام میدارد کہ احکام دار الاسلام مثل جواز صلوۃ جمعہ و عیدین دران جاری میتواند شد یا حکم دار الحرب کہ مومن را اخذ ربو سود از حربیان بحکم این حدیث لا ربو بین المسلم والحربی فی دار الحرب علی ما فی الہدایۃ وغیرہا روا باشد بینوا بعبارۃ الکتاب توجروا یوم الحساب

ہو الملہم للحق والصواب

ظاہر آنست کہ بلاد مسطورہ حکم دار الاسلام میدارند نہ حکم دار الحرب زیرا کہ ہمہ بلاد ہندوستان پیش ازین ہنگام حکومت سلاطین دار الاسلام شدہ بودند و حدود و قصاص و جملہ احکام شرعیہ دران از جانب حکام اسلام بلا دغدغہ نافذ میشد و دار الاسلام نزد امام ابوحنیفہ حکم دار الحرب وقتی پیدا میکند کہ شروط ثلثہ دران معا یافتہ شوند اول اجرای احکام کفار و عدم جریان احکام اسلام دوم اتصال بلدہ بدار الحرب از ہر چہار جانب سوم باقی نماندن کسی از مسلم و ذمی بر امان اول و نزد صاحبین بوجود شرط اول ای صیرورت دار الحرب کافیست اگرچہ دو شرط اخیر یافتہ نشود فی الفتاوی العالمکیریۃ قال محمد فی الزیادات انما تصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفۃ بشرائط ثلث احدہا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتہار وان لا یحکم فیہا بحکم الاسلام والثانی ان یکون متصلۃ بدار الحرب لا یتخلل بینہما بلدۃ من بلاد الاسلام والثالث ان لا یبقی فیہا مؤمن ولا ذمی امنا بامانہ الاول الذی کان ثابتا قبل استیلاء الکفار للمسلم باسلامہ وللذمی بعقد الذمۃ وصورۃ المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ اما ان یغلب اہل الحرب علی دار من دورنا او ارتد اہل مصر وغلبوا واجروا

ضمیمۂ اول

بعد قلمبند ہونے روئیداد مندرجۂ صفحات ماقبل کے طبقۂ علیۂ اہل اسلام کے ایک بہت بڑے عالم یعنے جناب مولوی محمد عبد الحق صاحب خیرآبادی جنکا علم و فضل تمام ہندوستان مین مسلم الثبوت ہی اتفاقاً کلکتے مین رونق افروز ہوئے

چونکہ وہ اسلامی مجلس مذاکرۂ علمیہ کلکتہ کے اراکین غیر حضوری مین سے ہین اسلیے جناب سکریٹری نے روئیداد مذکور اونکے ملاحظہ سے گذرانا اور استدعا اس بات کی کی کہ مولوی صاحب ممدوح مسئلہ مبحوث عنہ پر اپنی راے تحریر فرماوین چنانچہ ممدوح الیہ نے برطبق اوسکے اپنی رای لکھدی جو بعینہ سطور ذیل مین مندرج ہی +

درین روزہا حسب الاتفاق فائز کلکتہ شدہ بودم تحریریکہ در خصوص دار الاسلام بودن ہندوستان درین عہد و زمان در مجلس مذاکرۂ علمیہ کلکتہ سمت ترتیم یافتہ بامعان نظر دیدم در حقیقت تقریر جناب مولوی کرامت علی صاحب درین باب بغایت متین و محقق ست وانچہ جناب سکریٹری صاحب و جناب مولوی ابو القاسم عبد الحکیم صاحب بیان فرمودہ اند ہم صحیح و درست ست بالجملہ درینعہد دولت مہد دولتمدار انگلشیہ ممالک ہندوستان از روی روایات معتبرۂ کتب فقہیہ بلا ریب دار الاسلام است ہیچگونہ درین باب جاے اشتباہ و محل شک نیست +

حررہ العبد المفتاق الی رحمۃ ربہ الہادی محمد عبد الحق العمری الخیرآبادی عاملہ اللہ بفضلہ البادی فی العواقب و المبادی دہم فبروری ۱۸۷۰ عیسوی

ضمیمۂ دوم

اور بکمال حسن اتفاق یہ ہی کہ بعد اسکے خود جناب مفتی سعد اللہ صاحب کا فتوی در خصوص دار الاسلام ہونے ہندوستان کے جسکا جناب سکریٹری صاحب نے اپنی تقریر مین باین عبارت ذکر کیا ہی

اور ہمنے سنا ہے کہ قبل اسکے خود مفتی صاحب نے ہندوستان کے دار الاسلام ہونے پر فتوی لکھا ہے) دستیاب ہوگیا چنانچہ وہ فتوی بتمامہ ذیل میں مندرج ہوتا ہے +

ما قولہم

درین مسئلہ کہ بلاد ہندوستان محکومہ نصاری حکم دار الاسلام میدارد کہ احکام دار الاسلام مثل جواز صلوۃ جمعہ وعیدین دران جاری میتواند شد یا حکم دار الحرب کہ مومن را اخذ ربو و سود از حربیان بحکم این حدیث لا ربو بین المسلم والحربی فی دار الحرب علی ما فی الہدایة وغیرہا روا باشد بینوا بعبارة الکتاب توجروا یوم الحساب

ہو الملہم للحق والصواب

ظاہر آنست کہ بلاد مسطورہ حکم دار الاسلام میدارند نہ حکم دار الحرب زیرا کہ ہمہ بلاد ہندوستان پیش ازین ہنگام حکومت سلاطین دار الاسلام شدہ بودند و حدود و قصاص و جملہ احکام شرعیہ دران از جانب حکام اسلام بلا دغدغہ نافذ میشد و دار الاسلام نزد امام ابو حنیفہ حکم دار الحرب وقتی پیدا میکند کہ شروط ثلثہ دران معا یافتہ شوند اول اجرای احکام کفار و عدم جریان احکام اسلام دوم اتصال بلدہ بدار الحرب از ہر چہار جانب سوم باقی نماندن کسی از مسلم و ذمی بر امان اول و نزد صاحبین وجود شرط اول ای صیرورت دار الحرب کافیست اگرچہ ہر دو شرط اخیر یافتہ نشوند فی الفتاوی العالمکیریة قال محمد فی الزیادات انما تصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفة بشرائط ثلث احدہا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتہار وان لا یحکم فیہا بحکم الاسلام والثانی ان یکون متصلة بدار الحرب لا یتخلل بینہما بلدة من بلاد الاسلام والثالث ان لا یبقی فیہا مؤمن ولا ذمی امنا بامانہ الاول الذی کان ثابتا قبل استیلاء الکفار للمسلم باسلامہ وللذمی بعقد الذمة وصورة المسئلة علی ثلثة اوجہ اما ان یغلب اہل الحرب علی دار من دورنا او ارتد اہل مصر وغلبوا واجروا

یا کسی در ملک ایشان بدون اجازت ایشان داخل شدن نتواند قال فی الدر المنتقی ای لم یبق مسلم او ذمی فیہا اصلا الا بامان الکفار او لم یبق الامان الذی کان للمسلم باسلامہ وللذمی بعقد الذمۃ قبل استیلاء الکفار۔ و فی الفصول العمادیۃ قولہ وان لا یبقے فیہ مسلم او ذمی امنا بالامان الاول معناہ وان لا یبقے فیہا مسلم و ذمی امنا علے نفسہ ذکرہ فی السیر الکبیر۔ و فی البرھان یشترط فی صیرورۃ دار الاسلام دار الحرب زوال الامن ای امن المسلمین علی اموالہم وانفسہم انتہی۔

و ظاہر ست کہ نصاری نفس و مال کسی را من حیث الاسلام و عقد ذمہ تلف نمی سازند تا خوف و عدم امن متصور گردد و سکان بلاد دیگر از مسافران و تاجران و سپاہیان بلا دغدغہ بغیر استیمان در ملک داخل میشوند و سکان این بلاد ہم بغیر اجازت بہر جانب کہ میخواہند میروند پس آنچہ بعضی از حضرات اکابر رحمہم اللہ تعالی فرمودہ اند ہیچ مسلمان یا ذمی بغیر استیمان ایشان درین شہر و در نواح آن نمی تواند برامد برای منفعت خود واردین و مسافرین و تجار را ممانعت نمی نمایند اعیان دیگر مثل شجاع الملک و ولایتی بیگم بغیر حکم ایشان درین بلاد داخل نمی توانند شد انتہی۔

خلاف واقعست آری بعضی صاحبان عساکر و افواج کثیر را بجہت مصالح ملک داری متعرض میشوند و با فوج قلیل این چنین مردم را ہم ممانعت نمیسازند چنانچہ والی لاہور پیش ازین با چندین ہزار سوار بہر دوار میر سید و ہمچنین اجگان و امیران دیگر با عساکر یسیرہ در تقاریب اغتسال وغیرہ بر دریای گنگ و امثال آن در بلاد محکومۂ نصاری می آیند و میروند و ایشان مزاحم و متعرض نمیشوند و در مصالح ملک داری سایر حکام دار الاسلام نیز ارباب عساکر کثیرہ را بملک خود بغیر اطمینان داخل شدن نخواہند داد مثلا اگر مالک ایران بممالک توران با فوج خود قصد کند تورانیان لامحالہ متعرض خواہند گردید پس از روایات معتبرۂ مذکورہ و تحقیقات مسطورہ متحقق شد کہ ممالک محکومۂ نصاری واقع ہندوستان باتفاق ائمۂ ثلثۂ حنفیہ حکم دار الاسلام میدارند نہ حکم دار الحرب و آنچہ بعضی از حضرات اکابر رحمہم اللہ تعالی فرمودہ اند

اصح آنست که دار الاسلام دار الحرب میشود آری درین اختلافست که کی میشود طائفه میگویند که اگر یک چیز از شعائر اسلام ممنوع باشد مثل اذان و ختان دار الحرب میگردد و طائفه دیگر میگویند که مدار صیرورت دار الاسلام دار الحرب بر محو شدن شعائر اسلام نیست بلکه هرگاه شعائر کفر بیدغدغه باعلان رواج گیرد دار الحرب میشود گو شعائر الاسلام برقرار باشد و فرقهٔ سوم ازین هم ترقی کرده اند حد دار الحرب آنست که ان لا یبقی مسلم و ذمی امنا بالامان الاول سواء ترك بعض شعائر الاسلام اولا و سواء اعلن شعائر الکفر اولا و همین قول ثالث را محققین ترجیح داده اند و برین تقدیر معموله انگریزان و اشباه ایشان بلاشبه دار الحرب نیست والله اعلم بالصواب انتهی بالفاظه

ازین تفصیل و ترجیح در کتب معتبرهٔ متعارفهٔ حنفیه اثری پدید نیست بل مصرح در کتب حنفیه همان مذهب امام اعظم و صاحبین ست که اولا مذکور شد و چون بودن بلاد هند محکومهٔ نصاری دار الاسلام محقق شد گرفتن سود از نصاری و مشرکین درین بلاد بالاتفاق جائز نیست آری اختلافست در گرفتن سود از حربیان در دار الحرب نزد امام ابو یوسف و امام شافعی و امام مالک و امام احمد رحمهم الله تعالی روا نیست و نزد امام ابو حنیفه و امام محمد رح جائز ست در عیون المذاهب میگوید لا ربو بین سید و عبده و لا بین حربی و مسلم ثمه و عند ابی یوسف والثلثة یتحقق و در شمنی شرح مختصر مذکور ست قال ابو یوسف و مالك والشافعی واحمد یقع بینهما الربو لاطلاق النصوص الواردة و هکذا فی الدر المختار والدر المنتقی و در برهان شرح مواهب الرحمن مذکور ست لا ربو بین مسلم و حربی فی داره عندنا کالمولی و عبده و یحکم ابو یوسف به بینهما کالشافعی و مالك لاطلاق النصوص فانها لم تقید المنع بمکان دون مکان و قیاسا علی مستامن منهم فی دارنا ولهما ما روی مکحول عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لا ربو بین المسلم والحربی فی دار الحرب ذکره محمد بن الحسن [illegible] للبیهقی فی المعرفة فی کتاب السیر عن الشافعی قال قال ابو یوسف انما قال ابو حنیفة [illegible] لان بعض المشیخة حدثنا عن مکحول عن رسول الله صلی الله علیه وسلم

ازکافر حربی در دار الحرب ظنی ست پس عمل کردن بر دلیل اقوی باید خصوصاً وقتی که در دار الحرب بودن این دیار علما را اختلاف باشد پس احتیاط در گرفتن سود از حربی اوکد والزم خواهد بود و نیز قاعدهٔ فقه هست اذا اجتمع الحلال و الحرام غلب الحرام و این وقتیست که هر دو دلیل در یک مرتبه باشد و چون یک دلیل اقوی و دلیل دیگر اضعف باشد پس عمل بر اقوی موکد تر میشود بنا برین قاعده هم با از حربی نباید گرفت حاصل اینست که سود از حربیان در دار شان هم نباید گرفت احتیاطاً للاختلاف بین العلماء فی حل الربوٰ فی دار الحرب من الحربی انتهی هذا و الله اعلم بالصواب